مکتوب

NOVEL HUT

All rights are reserved by the author , you can't copy or steal any of

the scenes written in this novel .

If you do so, serious action will be taken .

JazakAllah

NOVEL HUT

قسط نمبر ایک:-قتل یا خودکشی

"جہاں بھیڑ کم ہو، آسمان نیلا ہو اور ہوا آزاد ہو، مجھے وہاں تلاش کرو۔

مجھے بھولے ہوئے کے بیچ میں ڈھونڈو۔

اس کے لیے جو میری موجودگی کا طالب ہے۔

مجھے غیب کی صحبت میں تلاش کر" ۔عبدالصمد، ایس. ایم۔

NOVEL HUT

یہ منظر لاہور کے ایک پوش علاقے میں واقع ایک گھر کا ہے گھر کے اندر داخل ہوں تو اس کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا لان کے بیچوں بیچ ایک سٹیج تھا جس کی سجاوٹ سفید اور ہلکے گلابی پھولوں سے کی گئی تھی۔

پورے لان میں ہلکی سنہری رنگ کی لائٹوں کی لڑیاں لگی ہوئی تھیں-لان کی سجاوٹ میں قدرتی سفید اور ہلکے گلابی پھولوں کا استعمال کیا گیا تھا۔

سٹیج پر موجود سنہری صوفوں پر دولہا اور دلہن براجمان تھے۔

"اس وقت ان دونوں کا دیکھا گیا ایک خواب مکمل ہونے کو تھا۔

"زیان جہانگیر خان اپ کو ماہ نور علی خان اپنے نکاح میں قبول ہیں۔

قاضی کے تیسری مرتبہ پوچھنے پر زیان کو اپنی خواہش پوری ہوتی ہوئی نظر ائی۔

وہ بچپن کے ساتھی تھے

اور اب مل چکے تھے ہمیشہ ساتھ

رہنے کے لیے۔

نکاح مکمل ہوتے ہی کچھ لوگ ان کی طرف بڑھ رہے تھے مبارکباد دینے کے لیے ان میں ایک وہ بھی تھی

NOVEL HUT

اس نے کریم رنگ کی خوبصورت پیشواس پہن رکھی تھی

اس کے گہرے لمبے بھورے بال لوز کرل کے بعد ایک پونی میں مقید تھے اس کی بالوں کی دو لٹیں اس کے رخسار کو چھو رہی تھیں۔

اس کی گہری گرے انکھوں میں کاجل موجود تھا۔

وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔

جو بلا شبہ اس وقت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"دانین"

زیان اس کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ دانین نے

باری باری دونوں کو نکاح کی مبارکباد دی۔

اب وہ تینوں ایک ساتھ تصاویر بنوا رہے تھے وہ تینوں کیمرے میں دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

فریم میں موجود یہ تین لوگ ایک دوسرے کے کزن تھے۔

لیکن ان تین لوگوں میں ایک اور رشتہ بھی تھا سب سے مضبوط اور گہرا رشتہ۔

وہ تھا دوستی کا رشتہ یہ تینوں ایک دوسرے کے بچپن کے بہترین دوست تھے۔

دانین کے جانے کے بعد ماہ نور اور زیان کی تصاویر کا سلسلہ شروع ہوا زیان سفید رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ ہم رنگ واسکٹ میں موجود تھا۔ اس نے اپنے گہرے بھورے بالوں کو جیل کی مدد سے سیٹ کیا ہوا تھا۔ اس کی گہری بھوری انکھیں اس وقت خوشی سے مسکرا رہی تھی۔

ماہ نور نے سفید پشواز جس پر سنہری کام کیا گیا تھا پہن رکھی تھی اس کے بال فرینچ چٹیا میں بندھے تھے اس کے بالوں پر چمبیلی کے پھول لگے ہوئے تھے ماتھے پر ایک سنہری ٹیکا اور کانوں میں بندے تھے اس کے چہرے پر ہلکا میک اپ کیا گیا تھا۔

اس کی خوشی کا اندازہ اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ سے لگایا جا سکتا ہے۔

تمام مہمانوں کے جانے کے بعد زیان لان میں ماہ نور کا انتظار کر رہا تھا۔اس کے پاس اس کو دینے کے لیے کچھ تھا۔جو وہ اس کو اب دینا چاہتا تھا۔

اسی وقت اس کو ماہ نور اندر سے اتے ہوئے دکھائی دی وہ اس وقت براؤن رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔

تم نے مجھے اس وقت یہاں کیوں بلایا۔

ماہ نور نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

مجھے تمہیں کچھ دینا تھا۔زیان نے اپنی قمیض کی جیب سے ڈبی نکالی۔وہ دونوں اس وقت لان میں موجود کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

یہ میں نے بہت عرصے سے تمہارے لیے لی ہوئی تھی لیکن میں چاہتا تھا یہ میں تمہیں ہمارے نکاح کے بعد خود

پہناؤں۔

زیان نے ماہ نور کا الٹا ہاتھ تھاما اور اس کی تیسری انگلی میں وہ انگوٹھی پہنا دی۔

وہ ایک خوبصورت ہیرے کی انگوٹھی تھی جس کے درمیان میں ایک چکور ہیرا تھا اور اس کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے ہیرے لگے ہوئے تھے۔

وہ انگوٹھی ماہ نور کے ہاتھ میں مزید خوبصورت لگ رہی تھی۔

میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا ماہ نور۔زیان نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اپنی بات کا اغاز کیا۔

مجھے نہیں معلوم مجھے تم سے کب محبت ہوئی۔

شاید تب جب تم نے اکر ہمارے ساتھ رہنا شروع کیا یا تب جب ہم دونوں بہت سا لڑا کرتے تھے۔

NOVEL HUT

یہ تب جب تم نے میرے زخمی ہاتھ پر مرہم لگایا تھا۔

مجھے نہیں معلوم ماہ نور۔

مجھے یہ بھی نہیں پتہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ لیکن مجھے اتنا ضرور معلوم ہے کہ میں اپنی ساری زندگی صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔

تمہارے بغیر میں اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔
ماہ نور اپنی انکھوں میں انسو لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

کیا یہ خواب تھا؟
نہیں یہ ایک حقیقت تھی ایک مکمل خوبصورت حقیقت۔

جس کا مکمل ہونے کا انہوں نے صرف تصور کیا تھا اور اج یہ تصور حقیقت بن چکا تھا۔
زیان نے ماہ نور کے دونوں ہاتھ تھام رکھے تھے دونوں
اپنی انکھوں میں انسو لیے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

وہ اس وقت لان میں تھے اوپر اسمان تاروں سے بڑا تھا جن کے بیچ میں چاند بھی تھا۔
ماہ نور کے بال ہوا سے پیچھے اڑ رہے تھے جس کو زیان اس کے کان کے پیچھے کر رہا تھا۔
یہ منظر مکمل تھا

NOVEL HUT

ایک خوبصورت مکمل منظر۔

یہ منظر ماہ نور

اور زیان کے نکاح کے ایک ہفتے بعد کا ہے۔

دانین ماہ نور کے کمرے میں داخل ہوئی۔

اس وقت ماہ نور اپنے بیڈ پر بیٹھی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔

ماہی تمہیں پتہ ہے شفا کے قتل کے الزام میں عدیل منظور احمد کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

کیا تم سچ کہہ رہی ہو۔اور ایک دم اپنے بیڈ سے کھڑی ہوئی۔

ہاں میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں ماہی میں ابھی نیوز سن کے ارہی ہوں۔

اس کا مطلب ماموں نے شفا کی فیملی کو منا لیا ہے۔

ہاں اس کا مطلب یہی ہے کہ بابا نے شفا کی فیملی کو عدیل احمد کے خلاف کیس کرنے پر منا لیا ہے انہوں نے اس کے خلاف ایف ائی ار کروائی ہے۔اور اب وہ اس پہ اپنی بیٹی کے قتل کے الزام پر کیس کریں گے۔

مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے دانین شفا کو انصاف ملے گا۔

مجھے بھی ماہی اس عدیل احمد کو سزا ضرور ملے گی۔اس کا باپ اس کو اس دفعہ نہیں بچا سکے گا۔

ویسے دانین اگر ہر لڑکی کے گھر والے ہمت کریں اور اپنی بیٹی کے ساتھ کھڑے ہوں یا اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو انصاف دلوانے کی پوری کوشش کریں تو وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماہی شفا کے گھر والوں نے بہت ہمت کی ہے اس کے جانے کے بعد بھی وہ اس کے لیے کیس کریں گے اور اس کو انصاف ضرور دلائیں گے۔

اگلے روز سب ناشتے کے لیے کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔

جب جہانگیر صاحب بولے۔جہانزیب ناشتے کے بعد مجھے میرے کمرے میں اکر ملنا۔

یہ کہتے ساتھ ہی وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

پیچھے بات تمام گھر والے اور جانزیب صاحب موجود تھے ان کو معلوم تھا کہ بڑے بھائی نے ان سے کیا کہنا ہے۔

NOVEL HUT

جہانگیر صاحب اپنے کمرے میں تھے۔جب جہاں زیب صاحب دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئے۔

اؤ جہاں زیب اؤ مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی۔جہانگیر صاحب اپنے کمرے میں موجود ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے اور جہاں زیب صاحب کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

جہانزیب صاحب ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

تم نے اس لڑکی کی طرف سے کیس لڑنے کا فیصلہ کیا ہے بلکہ تم نے ہی اس لڑکی کہ گھر والوں کو اس کیس کے لیے راضی کیا ہے۔

بھائی صاحب اس لڑکی کے گھر والے عدیل احمد کے خلاف کیس کرنا چاہتے تھے لیکن وہ ڈر رہے تھے بس میں نے ان کو یہ ڈر دور کیا ہے اور ان کو کہا ہے مجھ پہ یقین رکھیں ان کی مرحوم بیٹی کو انصاف ضرور ملے گا۔

تم جانتے ہو نا عدیل احمد کا باپ یہاں کا ایم این اے ہے اور اور تمہیں لگتا ہے وہ اپنے بیٹے کو جیل میں رہنے دے گا وہ کسی نہ کسی طرح اس کو نکال لے گا جیسے اس نے پہلے نکالا تھا۔

اس دفعہ اس کے بیٹے بڑے قتل کا الزام ہے ایک لڑکی کا قتل کیا ہے اس نے وہ بھی زیادتی کے بعد۔ اپ کو لگتا ہے اتنی اسانی سے باہر ائے گا وہ۔

جہانگیر صاحب نے ایک لمبی سانس خارج کی۔

بھائی صاحب اپ فکر نہ کریں اس دفعہ منظور احمد اپنے بیٹے کو نہیں نکلوا سکے گا اپنے بیٹے کے ہاتھوں اپنا زوال دیکھے گا۔

جہانزیب وہ تم پر پہلے بھی ایک دفعہ حملہ کروا چکا ہے۔

لیکن وہ کچھ نہیں کر سکا میں اج اپ کے سامنے سے سلامت بیٹھا ہوں میری موت مکتوب ہے بھائی صاحب مقررہ وقت سے پہلے کوئی بھی مجھے نہیں مار سکتا۔

NOVEL HUT

اس کے بیٹے کے خلاف ثبوت ہیں میرے پاس یہ کیس مضبوط ہے اس کے بیٹے کو سزا بھی ملے گی۔

جہاں زیب میں چاہتا ہوں تم اپنا خیال رکھو میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔جہانگیر صاحب نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

میں اپنا اور اپ سب کا بہت خیال رکھوں گا اپ فکر نہ کریں۔میں چلتا ہوں مجھے کچھ کام ہے۔

یہ کہتے ہیں جہانزیب صاحب ان کے کمرے سے باہر چلے گئے۔

اسے جہانگیر صاحب ایک نئی پریشانی میں پھنس چکے تھے۔

منظور احمد کے بیٹے نے اس دفعہ بڑا جرم کیا ہے اور اس کے خلاف ثبوت بھی ہیں تو اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے اس دفعہ وہ بھی کچھ بڑا کرے گا۔

ذوالفقار علی خان لاہور کے قریب واقعہ ایک گاؤں کے بڑے زمیندار تھے۔ان کی شادی ان کے چچا زاد کزن حلیمہ بی بی سے ہوئی تھی ان دونوں کے تین بچے تھے۔

سب سے بڑے بیٹے جہانگیر علی خان جن کی شادی فراہ بیگم سے ہوئی تھی ان کی ایک بیٹی زائرہ اور ایک بیٹا زیان جہانگیر خان ہے۔

ذوالفقار علی خان کہ دوسرے بیٹے اور بیٹی جڑواں تھے۔

بیٹا جہاں زیب علی خان کی شادی اپنی یونیورسٹی فیلو لالہ رخ سے ہوئی تھی لیکن وہ اپنے شادی کے پانچ سال بعد ہی وفات پا گئی اس وقت ان کی ایک بیٹی تھی دانین جان زیب خان جو صرف تین سال کی تھی۔

سدرہ علی خان اپنے گھر میں سب سے چھوٹی وہ جہاں زیب صاحب سے دس منٹ چھوٹی تھی انہوں نے بھی کم عمری میں اپنے ہمسفر کو کھو دیا تھا اپنے شوہر کی وفات کے بعد وہ اپنے باپ کے گھر اگئی تھی اس وقت ان کی بیٹی ماہ نور علی خان صرف چھ سال کی تھی۔

اپنے والدین کی وفات کے بعد تینوں بہن بھائی لاہور اگئے تھے جہاں انہوں نے کپڑے کی ایک فیکٹری لگائی اور جہاں زیب صاحب جو کہ ایک وکیل تھے اپنی پریکٹس شروع کی۔

جہاں زیب صاحب کا شمار لاہور کے بہترین وکلاء میں ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے منظور احمد کے بیٹے عدیل احمد نے نشے کی حالت میں ایک ایکسیڈنٹ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ جیل میں تھا لیکن اس کے باپ نے اپنی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے اس کو باہر نکال لیا تھا اس وقت اس کو بیٹے کو جیل بھیجنے میں سب سے بڑا ہاتھ جہاں زیب صاحب کا تھا اس لیے اس نے ان پر جان لیوا حملہ کرایا تھا

اور وہاں سے ان کے دشمنی کا اغاز ہوا تھا۔

ماہ نور اپنے کمرے کے ائینے کے اگے کھڑی اپنی انکھوں میں کاجل لگا رہی تھی اج وہ اور زیان ایک ساتھ ڈنر پہ جا رہے تھے۔

ماہ نور نے گولڈن ریشم کی لمبی قمیض کے ساتھ مہرون شال جس پر گولڈن دھاگے کا کام کیا گیا تھا لے رکھی تھی۔

اس کے شولڈر کا بال کھلے تھے۔کاجل کالی انکھوں کو مزید حسین بنا رہا تھا۔

اس نے ناک میں ایک لونگ پہن رکھی تھی جس کے گول چہرے پر جچ رہی تھی۔

اس نے اپنی تیاری پر اخری نظر ڈالی اور اپنا بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر اگئی۔

امی میں جا رہی ہوں ۔اس نے کچن میں کام کرتی سدررا بیگم سے کہا جو رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔

ہاں ہاں جاؤ بیٹا۔

سدرہ بیگم کو بتا کر وہ گھر سے باہر نکلی تو زیان اس گاڑی میں انتظار کر رہا تھا۔

زیان نے کالی شرٹ پر کالی جیکٹ پہن رکھی تھی۔اس کی انکھیں گہری بھوری تھی۔اس کے بال اور اس کی انکھیں ہم رنگ تھیں۔اس کے چہرے پر ہلکی داڑھی تھی اور اس کے بال اس وقت اس کے ماتھے پر گر رہے تھے۔

تم نے اچانک ڈنر کا پلان کیوں بنایا۔ماہ نور نے گاڑی میں بیٹھتے اس سے پوچھا۔

میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔زیان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

ہم ویسے ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ماہ نور نے اس سے کہا۔

لیکن پھر بھی ہم اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں اور ویسے بھی اب تو میں نے بابا کے ساتھ افس جانا بھی شروع کر دیا ہے۔تم سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

ماہ نور علی خان مجھے تمہارے ساتھ وقت گزارنا اچھا لگتا ہے۔

کچھ ہی دیر بعد وہ ریسٹورنٹ کے باہر پہنچ چکے تھے۔

وہ دونوں ڈنر کرنے حویلی ائے تھے۔ڈنر کے لیے حویلی کی روف ٹاپ ماہ نور کی پسندیدہ تھی اور یہ بات زین اچھے سے جانتا تھا۔

کیا اس سے زیادہ اچھے سے یہ بات کسی اور کو پتہ ہو سکتی تھی۔

رات کو یہاں سے دکھتی سنہری روشنیوں میں ڈوبی بادشاہی مسجد دلکش لگتی ہے۔

اج ہلکی ہوا چل رہی تھی جو موسم کو سرد بنا رہی تھی۔

وہ دونوں اپنے مقررہ ٹیبل تک پہنچے زیان نے ماہ نور کے لیے کرسی کھینچتے ہوئے ماہ نور کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

زیان نے ویٹر کو اپنا ارڈر لکھوایا۔

ہوا کی وجہ سے ماہ نور کے بال اڑ کر اس کے چہرے پر ا رہے تھے۔وہ اسکی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔

جب وہ مسکراتی تھی تو اس کی انکھیں بھی مسکراتی تھی۔

NOVELHUT

زیان مسکراتے ہوئے اس کو دیکھ رہا تھا۔

مجھے سمجھ نہیں ارہا ماہ نور اس منظر میں کون زیادہ خوبصورت ہے تم، تمہاری انکھیں یا تمہاری مسکراہٹ۔

ماہ نور ایک دم ٹھہر گئی اس کے گال ہلکے گلابی ہوئے تھے لیکن وہ جلدی سے سنبھل گئی۔

ایک دم وہ اپنی انکھیں چھوٹے کرتے ہوئے زیان سے بولی

تم کچھ زیادہ ہی نہیں فلرٹ کرنے لگ گئے میرے ساتھ۔

زیان اس کی بات سنتے ہی گردن پیچھے پھینک کر ہنسنے لگا۔
وہ ہنستے ہوئے خوبصورت لگتا تھا۔

میں تم سے اپنے دل کی بات کرتا ہوں ماہ نور اور تمہیں
وہ فلرٹ لگتی ہیں۔

NOVELHUT

ہاں مجھے تو ایسے ہی لگتا ہے۔ماہ نور نے زیان سے کہا

اچھا لگتا ہے تو لگتا رہے تم میری بیوی ہو تم ہمارے ساتھ میں دل کی بات بھی کر سکتا ہوں اور فلرٹ بھی۔زیان اب تک مسکرا رہا تھا۔

ماہ نور لاجواب ہو گئی۔

وہ زیان تھا اس کو دوسروں کو لاجواب کرنا اتا تھا۔

منظور احمد اپنے افس میں بیٹھے جب ان کا سیکٹری اجازت لے کر اندر داخل ہوا۔

سر وکیل صاحب ائے ہیں۔

ہاں تم اس کو اندر لے اؤ۔

اؤ شکیل بیٹھو تمہارا انتظار کر رہے تھے ہمیں عدیل کی ضمانت کے بارے میں کیا بنا۔

شکیل صاحب ان کے سامنے موجود کرسی پر بیٹھ گئے۔

شکیل بتاؤ عدیل کی ضمانت کا کیا بنا۔

منظور صاحب ضمانت نہیں ہو سکی۔

یہ بات سنتے ہی منظور احمد اپنی کرسی سے شدید غصے میں کھڑے ہوئے ۔کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا کہ ضمانت نہیں ہو سکی۔

منظور صاحب ان پر قتل کا الزام ہے ان کی ضمانت نہیں ہو پائے گی۔کے اس عدالت میں چلا گیا ہے اگلے ہفتے پہلی پیشی ہے۔میں اس میں بھی ضمانت کی پوری کوشش کروں گا۔

دفعہ کرو اب ضمانت کو پہلی پیشی میں ہی اس کیس کو رفع دفع کرو یہ تم کیسے کرو گے تمہیں پتہ ہوگا۔

میں بہت پیسہ دے رہا ہوں میں مجھے میرا بیٹا اگلے ہفتے باہر چاہیے۔

منظور صاحب میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ اس پہلی پیشی میں ہی اس کیس کو ختم کردوں اور عدیل احمد کو باہر نکال لوں۔

ہاں ٹھیک ہے اب تم جاؤ اور اگر اس دفعہ تم ناکام ہوئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔

جی منظور صاحب میں چلتا ہوں اور اگلی دفعہ اچھی خبر ساتھ لاؤں گا۔

شکیل صاحب کے جانے کے بعد منظور احمد اپنے افس میں اکیلے تھے۔

یہ جہاں زیب تو گلے کی ہڈی ہی بن گیا ہے اس کا کچھ کرنا پڑے گا۔

NOVEL HUT

جہاں زیب صاحب کورٹ سے نکل رہے تھے جب ان کا فون بجا۔

انہوں نے اپنی کوٹ کی جیب سے موبائل نکالا تو اس پر منظور احمد کا نام جگمگا رہا تھا۔

تم نے مجھے کس طرح یاد کر لیا ویسے مجھے امید تھی جلد ہی تمہارا فون ائے گا یا تم سے ملاقات ہوگی ویسے اگلے ہفتے ہماری ملاقات ہوگی عدالت میں۔جہاں زیب صاحب نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا

تم مجھے اپنے اپ کو بھول نہیں کب دیتے ہو میرے کسی نہ کسی مسئلے میں تمہارا نام نکل ہی اتا ہے اس کے پیچھے ہمیشہ سے تم ہی ہوتے ہو۔اس دفعہ میں نے سوچا تمہیں فون کر کے ایک اخری موقع دے دوں۔

ایک اخری موقع کہ یہ کیس چھوڑ دو ورنہ اپنی حالت کی ذمہ دار تم خود ہو گے۔

جہانزیب صاحب ایک دم ہنسے لگے تم مجھے اپنی دھمکیوں سے نہیں ڈرا سکتے اور نہ ہی میں ان سے ڈر کر کیس چھوڑوں گا چاہے تم جو مرضی کر لو۔

بس میں تمہیں ایک دفعہ بتانا چاہتا تھا۔اگے تمہاری مرضی تم کیا کرنا چاہتے ہو۔اور میری مرضی میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔

کہتے ہیں منظور احمد نے فون بند کر دیا۔

جہاں زیب صاحب فون بند ہوتے ہی اس کو واپس اپنے کوٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

NOVEL HUT

دانین اپنے کمرے میں تھی جب سکینہ بی دروازہ ناک کر کے اندر ائی۔

دانین بیٹا اپ کو جہانزیب صاحب اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔

سکینہ بی ان کے گھر کی کافی پرانی ملازمہ ہیں جن کی عمر لگ بھگ 50 سے اوپر ہے۔

اچھا اب چلیں میں اتی ہوں۔دانین نے اپنے جوتے پہنے اور جہاں زیب صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے کے باہر پہنچتے ہوئے اس نے دروازہ ناک کر کے اندر انے کی اجازت لی۔

اؤ دانین بیٹا اندر اؤ۔

جہاں زیب صاحب نے دانین کو اندر انے کی اجازت دی۔

وہ اس وقت سوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔دانین کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

بیٹا مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے ۔میں شفا کا کیس لڑ رہا ہوں اور اس کی پہلی پیشی اگلے ہفتے ہے۔

جی بابا مجھے پتہ ہے۔

اس لڑکے کے خلاف تمام ثبوت میرے پاس موجود ہیں اگر وہ میں اگلے ہفتے عدالت میں دے دوں تو پہلی پیشی میں ہی یہ کیس جیت جاؤں گا۔

اس دفعہ منظور احمد کا بیٹا بڑے کیس میں اندر ہے اس کا باہر انا اتنا اسان نہیں یہ بات اسکے باپ کو پتہ ہے

منظور احمد اس وقت اپنے بیٹے کو بچانے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔

دانین میں چاہتا ہوں اگر مجھے کچھ بھی ہو تو اس کے بیٹے کے خلاف ثبوت تم میڈیا میں دے دو گی

۔

لیکن یہ میں کیسے کروں گی بابا یہ اپ کا کام ہے میں نہیں کر سکتی۔اپ کو کچھ نہیں ہوگا اپ پلیز ایسی باتیں نہ کریں۔

دانین تم میری مضبوط اور بہادر بیٹی ہو۔

کل کیا ہوگا یہ ہم میں سے کسی کو بھی نہیں معلوم میں اپنا یہ کام ادھورا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں اگر مجھے کچھ بھی ہو تو تم میرا ایک کام پورا کرو گی۔

اس لڑکے کے خلاف ثبوت میری سٹڈی میں ہیں۔اگر یہ کام ادھورا رہ جائے تو مجھے معلوم ہے تم یہ کر لو گی۔

لیکن بابا اپ کو کچھ نہیں ہوگا۔اس وقت دانین کی انکھوں میں انسو تھے اس اس کا دل گھبرا رہا تھا۔

مجھ سے وعدہ کرو دانین کہ تم یہ کرو گی۔

میں وعدہ کرتی ہوں اگر اپ کا یہ کام نامکمل رہ گیا تو میں اسے مکمل کروں گی۔

اس نے اپنے گالوں پر بہتے انسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

شاباش میرا بیٹا اب تم اپنے کمرے میں جاؤ صبح ناشتے کے وقت ملاقات ہوگی۔

دانین بھاری دل کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

NOVELHUT

دانین اپنے کمرے میں موجود کھڑکی کے پاس کھڑی تھی جب زائرہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔وہ دانین کے پاس اکر کھڑی ہو گئی۔

کیا بات ہے دانین بہت خاموش خاموش ہو کوئی بات پریشان کر رہی ہے۔

اپی بابا نے ابھی مجھے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔شفا کا کیس لڑ رہے ہیں۔انہوں نے مجھ سے بہت عجیب بات کہی۔

وہ کیا۔زائرہ نے اپنا رخ اس کی طرف موڑتے ہوئے پوچھا۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر ان کو کچھ ہو جائے تو یہ کام نامکمل رہ جائے تو میں اس کو پورا کروں۔

لیکن میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔وہ مجھے ایسے کیوں کہہ رہے ہیں۔کیا کچھ ہونے والا ہے۔

دانین ایسا کچھ بھی مت سوچو کچھ بھی نہیں ہوگا تم بہادر ہو۔

ہر کوئی مجھے بہادر بننے کا کیوں کہہ رہا ہے۔کیا بہادر کو اپنوں کی ایسی باتوں سے ڈر نہیں لگتا۔

دانین بہادر وہ ہوتا ہے جو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار ہوں جو حالات سے نہ گھبرائے اس کو یقین ہو کہ حالات اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

NOVELHUT

اور دانین تم ایک بہادر باپ کی بہادر بیٹی ہو چاچو کو کچھ بھی نہیں ہوگا سب اچھا ہوگا ہم یہ کہ اس جیت جائیں گے۔

اب یہ فضول سوچنا بند کرو اور سو جاؤ۔

حالات انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے لیکن ان کا مقابلہ کرنا ہمیشہ اس کے اختیار میں ہوتا ہے۔

اب میں چلتی ہوں شب بخیر۔

اگلی صبح گھر کے تمام افراد کھانے کی ٹیبل پر جمع تھے سکینہ بی ناشتہ لگا رہی تھی۔

جہانزیب صاحب کے علاوہ گھر کے تمام افراد ناشتے کے ٹیبل پر موجود تھے۔

دانین تمہاری جاب کب سے شروع ہو رہی ہے۔جہانگیر صاحب نے دانین سے پوچھا۔

اگلے ہفتے اگلے ہفتے سے جاب شروع ہو رہی ہے۔

دانین نے حال ہی میں ڈاکٹر اف فزیکل تھیراپی کی ڈگری مکمل کی تھی۔

اچھا تو اگلے ہفتے سے مالشیے کی نوکری شروع کر رہی ہو۔زیان نے جوس پیتے ہوئے کہا۔

میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوگی پھر تمہیں بھی جڑوانے کے لیے کسی مالشے کی ضرورت پڑ جائے گی۔

اور تمہیں بتاتی چلوں میں مالشیا نہیں ہوں ڈاکٹر ہوں اور ہمیں مالشیا کہنے والوں کا قیامت کے دن علیحدہ سے حساب ہوگا۔

NOVELHUT

یہ جہانزیب اب تک کیوں نہیں ایا اج کافی دیر لگا دی اس نے ناشتے کے لیے انے میں۔جہانگیر صاحب نے اپنے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے کہا۔

میں بابا کو بلا کر لاتی ہوں۔دانین اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے بولی اور اوپر جہانزیب صاحب کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

دانین دروازہ ناک کر کے جہاں زیب صاحب کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا واش روم چیک کرنے کے بعد وہ ان کی سٹڈی کی طرف بڑھ گئی اس نے ان کی سٹڈی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ دروازہ لاک ہے دانین نے دروازہ ناک کیا لیکن اگے سے کوئی جواب نہیں ایا۔

اس کو ایک دم گھبراہٹ ہوئی اس نے دروازہ بجانا شروع کر دیا بابا دروازہ کھولیں سب ناشتے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن اگے سے کوئی جواب نہیں ایا۔

اس نے ایک دم زور زور سے دروازہ بجانا شروع کر دیا۔

شور سن کر زیان اوپر آیا اس کے پیچھے گھر کے باقی افراد بھی موجود تھے۔

کیا بات ہے دانین تم ایسے دروازہ کیوں بجا رہی ہو۔

زیان بابا دروازہ نہیں کھول رہے اس نے گھبرائی ہوئی حالت میں اسے جواب دیا۔

اچھا تم پیچھے ہٹو میں دیکھتا ہوں اس نے دانین کو پیچھے ہٹاتے ہوئے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔

سکینہ بی جائیں اس کی چابی لے کر ائیں۔

کر کے تمام افراد پریشانی کے عالم میں سٹڈی کے باہر موجود تھے۔
سکینہ بی چابی لے کر ائی تو زیان نے ان سے چابی لے کر دروازہ کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ کر وہ تمام لوگ اپنی جگہ پر جم گئے ۔

سٹڈی ٹیبل کے اگے جہانزیب صاحب فرش پر اوندھے منہ گرے ہوئے تھے ان کی کنپٹی سے خون نکل کر فرش لال کر چکا تھا زیان نے اگے بڑھ کر ان کو سیدھا کیا تو اس کا سانس رک گیا۔۔
ان کا چہرہ سفید اور جسم ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ان کی کنپٹی پر گولی لگی تھی۔
دانین سٹڈی کے دروازے میں سانس روکے کھڑی تھی۔

یہ ایک خواب تھا بھیانک خواب یہ حقیقت نہیں ہو سکتا۔

اگلے مناظر اس کو ٹکڑوں میں یاد تھے۔ایمبولنس ائی تھی ان کو ہاسپٹل لے جایا گیا تھا جہان کو بتایا گیا تھا کہ وہ صبح چار بجے کے قریب وفات پا چکے ہیں۔ان کی موت گولی لگنے کی وجہ سے ہوئی ہے جو کنپٹی میں لگی تھی۔
پولیس ائی تھی انہوں نے اپنی انویسٹیگیشن شروع کی تھی۔
ان کو یہ کیس خودکشی لگ رہا تھا۔

جس

پسٹل سے جہاں زیب صاحب کو گولی لگی تھی وہ ان کی اپنی پسٹل تھی۔

ان کا کہنا یہ تھا کہ سٹڈی کے دروازے اور کھڑکیاں اندر سے لاک تھی کسی کا اندر انا ممکن نہیں ہے

اگلے منظر

میں وہ پولیس والا جہانگیر صاحب سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔کہ وہ باقی انویسٹیگیشن کے بعد اگر انہیں کچھ معلوم ہوا تو ان کو خبر کریں گے۔

اس سے اگلے منظر میں دانین اپنے باپ کی میت کے ساتھ بیٹھی تھی۔

وہ وہاں نہیں تھی وہ کہیں اپنے بچپن میں چلی گئی تھی جہاں وہ رات کو ڈر گئی تھی اور اس کا باپ اس کو کہانی سنا کر دوبارہ سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ دونوں شام کی چائے ساتھ پی رہے تھے۔

دانین ان کو اپنے پورے دن کے واقعات سنا رہی تھی۔

اس کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہو گیا تھا اور یہ خبر سب سے پہلے اپنے باپ کو دینے گئی تھی۔

اس کا باپ اس کا بہترین دوست تھا وہ اپنے سارے کام ان کو بتا کر اور ان سے پوچھ کر کیا کرتی تھی۔

ان کے بغیر اس کی زندگی بہت خالی اور نامکمل تھی۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایسا وقت بھی ائے گا جب اس کو اپنے باپ کے بغیر رہنا پڑے گا وہ کیا کرے گی اب۔

ان کے بغیر کیسے رہنا ہے یہ تو اس کو اتا ہی نہیں ہے۔

اگلے منظر میں وہ لوگ اس کے باپ کو لے جا رہے تھے ہمیشہ کے لیے اس سے دور۔

اس کی انکھیں خشک تھی۔

وہ بے یقینی کی کیفیت میں کھلی تھی۔

اس نے ہمیشہ ہر بات ہر کام اپنے باپ سے پوچھ کر کیا تھا لیکن وہ یہ پوچھنا تو بھول ہی گئی کہ وہ ان کے بغیر کیسے رہے گی۔اس کو نہیں معلوم تھا وہ کیا کرے گی۔

یہ تو کبھی کسی نے بتایا ہی نہیں تھا۔

NOVEL HUT

To be continued

CONTACT THE AUTHOR

If you want to contact the author we will mention her instagram here .

Novel-hut at your service

JazakAllah

NOVEL HUT